

آپ نے ۱۳۹۹ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے انتقال کے دس سال بعد اہلتر سال کی عمر میں قصبہ پہلوت پر گنہ کھاتولی ضلع مظفرنگر میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

آپ کا مزار شریف بیرون احاطہ درگاہ حضرت مولانا شاہ محمد عاشق صاحب خلیفہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کے ہے ۔ فقیر بھی وہاں جا کر مزار مقدس کی زیارت سے شرف ہوا ہے۔ آپ کی تصانیف کثیرہ فقیر کے پاس موجود ہیں ۔

فقط بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد ولی اللہی

حضرت شیخ احمد سرہندی "مجدد الف ثانی" کی وفات سے انشئ برس بعد شاہ ولی اللہ "شیخ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین کے گھر میں پیدا ہوئے شیخ عبدالرحیم اپنے عہد کے ایک زبردست عالم اور صاحب عرفان صوفی تھے اور اپنے ہمعصر علماء میں آپ کو بلند و ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ عہد عالمگیری میں مسند علم و درک اور مسند فقر و سلوک و اثر کے جامع تھے ۔

شاہ عبدالرحیم کے ہاں عقد اول سے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے آپ نے شیخ محمد صاحب پہلوتی کی صاحبزادی سے دوسرا عقد کیا۔ اس نیک بخت و نیک سیرت خاتون کے بطن سے ۴ شوال ۱۱۱۱ھ کو حضرت شاہ ولی اللہ پیدا ہوئے ۔ اس نیک بخت خاتون کے بطن سے شاہ ولی اللہ کے علاوہ دو لڑکے اور بھی پیدا ہوئے۔ شاہ اہل اللہ اور شاہ حبیب اللہ جو دونوں کے والد علم و عمل میں ممتاز تھے ۔

(مقدمہ اردو ترجمہ برہان الہی حجۃ اللہ البالغہ)

۱

امام ابو حنیفہ تالبعیت

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جس کی وجہ ان کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے اور انہیں خصوصیات کی بناء پر آپ کو امام اعظم کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ علماء نے آپ کی بہت سی خصوصیتیں بتائی ہیں جن میں چند اتنی اہم ہیں کہ ان کی وجہ سے امام صاحب نہ صرف فقہاء بلکہ محدثین میں بھی ممتاز ہو گئے ہیں۔

ان خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور امام کو حاصل نہ ہو سکا۔

اسی تابعیت کی بناء پر آپ کو بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے معاصر اور بعد کے آنے والے محدثین میں اسناد عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ پر نظر ڈالیے، امام مالک تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی "ثنائیات" ہیں،

یعنی وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدو واسطہ مروی ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات" شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ روایا "رباعیات" ہیں۔

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرما کر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظمؒ کی روایت صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحبؒ کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی نہ صرف روایت بلکہ روایت سے بھی انکار کر دیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثبات کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "سیار الحق" لکھی، جس میں صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت اور روایت دونوں کے ثبوت

۱۔ وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔۔۔

۲۔ وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات" شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فہرست میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ روایات "رباعیات" ہیں۔

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرما کر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحب کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظم کی روایت صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا تو تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھل پھریں تو بعض حضرات نے مخالفت کے ہوش میں امام صاحب کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظم کی نہ صرف روایت بلکہ روایت سے بھی انکار کر دیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شتارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "میسار الحق" لکھی جس میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت اور روایت دونوں کے ثبوت

سے وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

سے وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

کا انکار کیا۔ پھر معیار کے جواب میں علماء احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں۔ ایک "انتصار الحق" مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری مدار الحق مؤلفہ مولانا محمد شاہ صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔ اس کے بعد مولانا شبلی نے سیرۃ النعمان لکھی جس میں انتہائی سنجیدہ اور تحقیقی انداز میں امام صاحب کے حالات زندگی سپرد قلم کیے۔ اس کتاب میں مولانا شبلی نے اگرچہ امام اعظم کی تابعیت کا اثبات کیا ہے لیکن روایت صحابہ کے سلسلہ میں ان کی رائے بعض متاخرین شوافع کی رائے سے متاثر ہو گئی۔ اس لئے اس بار سے میں انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ انھیں بعض علماء شوافع کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے امام اعظم کی روایت صحابہ سے انکار کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں وہی دلائل نقل کر دیئے جو صاحب الخیرات الحسان نے اپنی کتاب میں بیان کیے تھے۔

اب حال ہی میں مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنی مشہور کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کے اثبات پر ایک نہایت قیمتی بحث سپرد قلم کی ہے جو قابل دید ہے اس کے علاوہ مرصوف نے اپنی عربی تصنیف "التعلیق القویم علی مقدمہ کتاب التعلیم" اور "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات" میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ اس مسئلہ پر بحث شروع کرنے سے پہلے سب سے اول تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شرعی نقطہ نظر سے تابعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ کیوں باب مناقب کی ایک اہم خصوصیت اور قابل فخر چیز بن گئی ہے؟ اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ تابعی کی تعریف

لے یہ دونوں کتابیں ادارہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ نے عربی ٹائپ میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔ التعلیق القویم امام مسعود ابن شعیبہ سندھی کی مقدمہ کتاب التعلیم کا حاشیہ ہے۔ اور "التعلیقات" خدوم عبداللطیف محدث سندھی کی "ذب ذبابات الدراسات" کا، یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ملاحظہ

کیا ہے ؟ اور کون شخص اس فضیلت کا حامل بن سکتا ہے ؟

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

”اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے

ہمٹے ہوئے ہیں ان کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں ان کے

ان کے بارے میں کہ جہنم میں بھیجے ان کے نہیں رہا کریں ان ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی :

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے :

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ - أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ -

”اور جو آگے آگے ہیں ، وہی نعمت کے باغوں میں خاص قرب والے ہیں ۔“

اور حدیث میں ہے :

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قومی

ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یحیی قوم تسبق شہادۃ احدہم یمینہ ویمینہ

شہادتہ - متفق علیہ (مشکوٰۃ المصابیح ، باب الاقصیۃ والشہادات الفصل الاول)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں ، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں ، پھر وہ جو ان سے پیوستہ

ہیں ۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے کسی کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور کسی کی

قسم کی گواہی سے پہلے ۔ (مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو نہ قسم کھانے میں باک ہوگا ، نہ

گواہی دینے میں ۔ بلکہ آگے سے آگے گواہی دینے اور قسم کھانے کے لئے تیار ہوں گے ۔)

ان آیات و احادیث پر غور کیجیے ۔ سابقیت ، مقریت ، رضاء الہی ، وعدۃ دخول بہت

اور دواں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ، قوتِ عظیم ، خیریتِ زمان - یہ وہ فضائل اور خصوصیات ہیں جن کی

وجہ سے شرفِ تابعیت باب مناقب کی ایک عظیم خصوصیت اور انتہائی قدر و منزلت کی چیز

بن گئی ہے ۔

اب تابعی کی تعریف پر غور کیجیے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کون لوگ اس فضیلت کے حامل ہو سکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح المتوفی ۷۴۳ھ اپنی کتاب ”علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح“ میں فرماتے ہیں :

قال الخطیب التابعی من صحب الصحابی قلت ومطلقه مخصوص بالتابعی باحسان و یقال للواحد منهم تابع وتابعی و کلام المحاکم ابی عبد اللہ وغیرہ مشعربانہ یکفی فیہ ان یسع من الصحابی ادیلعاه وان لم توجد الصحبۃ العرفیۃ والاکتفاء فی هذا بمجرد اللقاء والرؤیۃ اقرب منه فی الصحابی نظراً الی مقتضی اللفظین فیہما .

خطیب کہتے ہیں جس شخص نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو وہ تابعی ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں۔ مطلق تابعی کا لفظ اس تابعی کے ساتھ مخصوص ہے جو صحابہ کی اچھی طرح اتباع کرے ان میں سے واحد کے لیے تابع اور تابعی دونوں لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ ابی عبد اللہ الحاکم وغیرہ کا کلام اس بات کو بتاتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے سلام یا لقاء حاصل ہو۔ اگرچہ صحبت عفیہ نہ پائی جائے۔ اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء اور رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ ابن صلاح کے نزدیک مجرد رؤیت تابعیت کے لیے کافی ہے چنانچہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین العراقی المتوفی ۷۴۳ھ فرماتے ہیں :

وفیہ امور احدها ان تقدیم المصنف کلام الخطیب فی حدّ التابعی علی کلام المحاکم وغیرہ وتصدیقہ

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعے اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم پیدا

بہ کلامہ، رہمایو ہم ترجیح علی
القول الذی بعدہ ولیس کذلک بل
الراجح الذی علیہ العمل قول الحاکم
وغیرہ فی الاکتفا۔ مجروحہ الرویۃ دون اشتراط
الصحة وعلیہ یدلل ائمۃ الحدیث مسلم بن الحجاج
ابی حاتم بن حبان ابی عبد اللہ الحاکم عبد الغنی بن سعید وغیرہم
کہ سکتا ہے کہ اس قول کے بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ
واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآئے ہے
وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد روایت کافی ہے اور صحبت
کی شرط نہیں ہے اور اسی پر ائمہ حدیث مسلم بن الحجاج،
ابی حاتم ابن حبان، ابی عبد اللہ الحاکم اور عبد الغنی بن سعید
وغیرہ کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف ابن صلاح بلکہ اس فن کے مستند ائمہ مسلم بن الحجاج، ابن حبان،
حاکم اور عبد الغنی بن سعید کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ
روایت ایسے سن میں ہونا چاہیے جس میں وہ راوی اس حدیث کو یاد بھی کر سکے۔
اسی طرح علامہ محی الدین النووی "تقریب" میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز
ہیں:

قیل هو من صحب صحابيا وقيل
من لقيهم ، وهو الاظهر .
کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت
اٹھائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی
صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دیکھئے اس عبارت میں بھی علامہ نووی نے تابعی کی تعریف میں صرف لقاء ہی کو ظہر
بتایا ہے۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی تقریب نووی کی شرح بتدیب الراوی میں عبارت بالا
کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
قیل هو من لقيهم ، وان لم يصب
كما قيل في الصحابي وعليه الحاکم .
قال ابن الصلاح وهو اقرب قال
کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات
کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو جیسا کہ صحابی
کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح

المصنف وهو الظاهر. قال
العراق وعليه عمل الأكثرين
اهل الحديث. ۱۰
نے کہا ہے یہی زیادہ قریب ہے مصنف نے بھی اسی کو زیادہ
ظاہر بتایا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) میں
سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

انام سیو عی کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک تابعیت کے لیے مجردت
کافی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :

التابع وهو من اتى الصحابي كذا
وهذا متعلق باللقی وهذا هو المختار
تأسی وہ شخص۔ یہ جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی
۱۱۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان لوگوں کے جو تابعی
کے لیے طول ملازم یا صوت سماع یا سن تمییز کو شرط
ادھتہ السماع او التمییز۔ ۱۲
قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کی رائے میں بھی مجرد لقاء کافی ہے اور انھوں نے اسی کو راجح
قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب کے شاگرد حافظ سخاوی فرماتے ہیں :

فالتابع اللاحق لمن قد صحبت النبی صلی
الله علیہ وسلم واحدا فاكثر سواء كان
الرؤیة من الصحابی نفسه حیث كان
التابعی اعلى او بالعکس او كانا جمیعاً
كذلك یصدق انهما تلاقیا وسواء
كان مبیذا ام لا سمع منه ام
لا بدت
تابع وہ ملاقات کرنے والا ہے ایک یا ایک سے زائد ان
حضرات سے کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اٹھائی ہو۔ خواہ خود صحابی نے اس کو دیکھا ہو یا اس طور کہ تابعی
نابینا ہو یا اس کے برعکس ہو کہ صحابی نابینا ہو یا دونوں ہی
نابینا۔ تب بھی یہ بات صادق آئے گی کہ انھوں نے باہم
ملاقات کی ہے۔ اور خواہ تابعی سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہیں۔ اور
خواہ اس نے صحابی سے سماع کیا ہو یا نہیں۔

۱۰۔ تقریباً راوی صفحہ ۱۲۔ طبع مصر ۱۱۔ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰۲۔ طبع لاہور
۱۲۔ نخبۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۳۹۵۔ طبع لکھنؤ۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ ائمہ اصول حدیث کے نزدیک ثبوت تابعیت کے لیے جو کسی صحابی کی رویت کافی ہے۔ البتہ خطیب بغدادی کے نزدیک صحبت صحابی ضروری ہے۔ لیکن صحبت کی نفی ایک تو خود حدیث نبوی سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

طوبی لمن سرائی وأمن بی و طوبی لمن سرائی من سرائی .
خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (رواہ الطبرانی والحاکم عن عبد اللہ بن بسر۔) ۱۰

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے لہذا اس مطلق کو صحبت یا اسی قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے، المطلق یجری علی اطلاقہ .

دوسرے یہ کہ خود خطیب بغدادی کے طرز عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد بھی صحبت سے یہاں صحبت لغوی ہے جس میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی کافی ہے نہ کہ صحبت ذنی کہ جس میں صرف ملاقات کافی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے منصور بن المعتمر کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے حالانکہ تمام ائمہ حدیث جیسے مسلم بن الحجاج، ابن حبان وغیرہ ان کو تبع تابعین میں شمار کرتے ہیں اور امام نووی ان کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی مقدمہ ابن صلاح کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

الامور الثانی ان الخطیب وان کان قال فی کتاب الکفایۃ ما حکاہ عن المصنف من ان التابعی من صحب الصحابی فاند عد منصور بن المعتمر من التابعین فی جزء لم یمجم فیہ روایۃ الستۃ من التابعین بعضهم عن بعض وذلك فی
دوسری بات یہ ہے کہ خطیب نے اگرچہ کتاب الکفایۃ میں جیسا کہ مصنف نے ان سے نقل کیا ہے یہ کہا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو، اس کے باوجود انھوں نے منصور بن المعتمر کو اپنے اس ”عجزہ“ میں کہ جس کا موضوع ہے، ان روایات کا جمع کرنا جن میں مسلسل چھ تابعین کی روایت ایک دوسرے سے پائی جاتی ہے، تابعین میں شمار کیا ہے۔ اور یہ

الحديث الذي رواه الترمذي والنسائي عن
رواية منصور بن المعتمر عن هلال بن يساف
عن ربيع بن خيثم عن عمرو بن ميمون عن
عبد الرحمن بن ابي ليلى عن امرأة من الانصار
عن ابي ايوب مرفوعاً قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثَلْثُ
الْقُرْآنِ قَالَ الْخَطِيبُ مَنْصُورُ بْنُ الْمَعْتَمِرِ
ابن ابي اوفى. قلت وابنا له رؤيته لم يقطعه
الصحيحة والسماع. وقد ذكره مسلم وابن
حبان وغيرهما في طبقة التابعين
ولما روى من عده في طبقة التابعين وقال
النووي في شرح مسلم ليس بتابعي ولكن من
اتباع التابعين. فقد عده الخطيب في التبيين
وان لم يعرف له صحبة لابن ابي اوفى في فعل
قوله في الكفاية من صحبة الصحابي على
ان المراد التقى جمعاً بين كلاميه
والله اعلم.

وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور نسائی نے بروایت منصور بن
المعتمر عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن
عبد الرحمن بن ابی لیلی عن امرأة من الانصار حضرت ابویوب
رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
ثلث القرآن ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب
کے الفاظ ہیں کہ منصور بن المعتمر ابن ابی اوفیؓ میں (نقل)
کہتے ہیں۔ منصور کو حضرت ابن ابی اوفیؓ صحابی کی قطعت روایت
حاصل تھی نہ کہ صحبت اور سماع۔ چنانچہ مسلم، ابن حبان اور
دوسرے لوگوں نے ان کو تبع تابعین ہی میں ذکر کیا ہے۔ اور میں
نہیں جانتا کہ ان کو کسی نے تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور نووی
شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہی ہیں۔
اب غور فرمائیے کہ اگرچہ ان کی صحبت حضرت ابن ابی اوفیؓ
رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے اس کے باوجود خطیب
نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہذا خطیب نے کفایہ میں
جو یہ کہا ہے کہ من صحبة الصحابي تو اس کو اسی پر محمول
کیا جائے گا کہ یہاں ان کے کلام میں صحبت سے مراد لقاء
ہے تاکہ ان کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے۔

۱۹

بلکہ علامہ سخاوی نے تو اس بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لفظ صحبت کے بارے میں لغت
اور عرف دونوں کا استعمال قریب قریب ایک ہی معنی میں ہوتا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:
فالعرف واللغة فيه متقاربان لهذا
مع ان الخطيب عد منصور بن المعتمر
یاد رکھیے تابعیت کے باب میں عرف اور لغت دونوں ایک
دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات

فی التابعین مع کونہ لم یسمع من ذہن میں رہے کہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین میں شمار
احد من الصحابة . لہ کیا ہے باوجودیکہ انھوں نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر خطیب کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے بلکہ صحبت کو لقاء سے خاص کر کے
اس کے عرفی معنی میں لیا جائے تو بھی ان کی رائے کی غلطی ظاہر ہے اور اسی وجہ سے ائمہ
اصول حدیث نے خطیب کے اس قول کی تردید کی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح کے یہ الفاظ سابق میں گزر چکے ہیں :

والاكتفاء في هذا بمجرد اللقاء و اور لقاء اور رؤیت کے لئے ہذا سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے
الرؤیة اقرب منه فی الصحابة نظر مقتضی پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے
الی مقتضی اللفظین فیہما . میں مجرد لقاء و رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اور حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح بھی سابق میں گزر چکی ہے :

وفیه امور احدها ان تقدیم المصنف یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ
کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے
الحاکم وغیرہ وتصدیقہ بہ کلامہ مربطاً کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعہ اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ
یوہم ترجیح علی القول الذی بعدہ وہم بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح
ولیس كذلك بل الرابع الذی علیہ ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول رابع جس پر
العمل قول الحاکم وغیرہ فی الاکتفاء بمجرد عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی
الرؤیة دون اشتراط الصحبة . ہے اور صحبت کی شرط نہیں۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں :

وكذا للخطیب ایضاً التابعی حدہ ان اور اسی طرح خطیب نے بھی تابعی کی یہ تعریف کی ہے کہ تابعی
یصعب الصحابة و لكن الاول اصح و علیہ وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو لیکن پہلی تعریف
كما قال المصنف عمل الاكثرین زیادہ صحیح ہے اور جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اسی پر اکثر تفسیر

وقال شيخنا انه المختار . کا عمل ہے اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے اسی کو مختار

بتایا ہے۔

لہ

چوتھے یہ کہ علماء اصول حدیث کا عمل بھی تھلیل کے قول کے خلاف ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں :

اسی پر ائمہ حدیث میں سے مسلم بن الحجاج ، ابی حاتم بن حبان ، ابی عبد اللہ الحاکم ، عبد الغنی بن سعید وغیرہ کا عمل دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم بن الحجاج نے کتاب الطبقات میں سیلان بن مهران الاعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اسی طرح ابن حبان نے بھی تابعین ہی میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے تابعین میں ان کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی ملاقات اور حفظ ثابت ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اگرچہ ان کا حضرت انس سے کسی حدیث مسند کو سننا ثابت نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا انھوں نے صرف مکہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مقابلاً ابوبکر پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح عبد الغنی بن سعید الازدی نے بھی اپنے ”بزم“ میں جس میں انھوں نے ان تابعین کو جمع کیا ہے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے، اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ابو حاتم رازی کہتے ہیں

وعليه يدل عمل ائمة الحديث : مسلم بن الحجاج و ابی حاتم بن حبان و ابی عبد اللہ الحاکم و عبد الغنی بن سعید و غیرہم وقد ذکر مسلم بن الحجاج فی کتاب الطبقات یحییٰ بن مهران الاعمش فی طبقة التابعین و كذلك ذکر ابن حبان فیہم وقال انما اخرجناہ فی هذه الطبقة لان لم لقیوا و حفظا، سماعی انس بن مالک وان لم یصح له سماع المسند عن انس وقال علی بن المدینی لم یسمع الاعمش من انس انما رآه رؤیة بمکة یصلی خلف المقام۔۔۔۔۔ وکذلك عد عبد الغنی بن سعید الازدی الاعمش فی التابعین فی جزوہ جمع فیہ من روی عن التابعین عن عمرو بن شعیب . وکذلك عد فیہم ایضاً یحییٰ ابن ابی کثیر لکونه لقی انساً وقد قال ابو حاتم الرازی انہ لم یدرک احداً

من الصحابة الا انس بن مالك فانه
راه مروية ولم يسمع منه كذا قال
البخارى والبوزرعة.....

..... ہے.....

وذكر عبدالغنى بن سعيد ايضا جريون
حازم في التابعين لكونه رأى انسا. و
قد مروى عن جريوانه قال مات انس
في خمس سنين. وذكر عبدالغنى بن
سعيد ايضا موسى بن ابي عائشة في
التابعين لكونه لقي عمرو بن حريث.
وقال الحاكم ابو عبد الله في علوم
الحديث في النوع الرابع عشر هم
طبقات خمسة عشر طبقة آخرهم من
لقى انس بن مالك من اهل البصرة.
ومن لقي عبد الله بن ابي اوفى من اهل
الكوفة. ومن لقي السائب بن يزيد من
اهل المدينة.

(الى آخر كلامه.)

ففي كلام هؤلاء الائمة الكفاء في التابعي مجرد
رواية الصحابي ولقيد له دون اشتراط الصحبة
ان تمام تصريحات منقولة بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ اھول حدیث اور عام محدثین تابعیت

کرمی ابن ابی کثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ
کسی صحابی کو نہیں پایا اور انھیں بھی صرف دیکھا ہے ان سے
سماع نہیں کیا ہے۔ اور یہی بیان بخاری اور ابوزرہ کا بھی

اسی طرح عبدالغنی بن سعید نے جریر بن حازم کو بھی تابعین
میں شمار کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
کو دیکھا ہے۔ جریر سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے بیا
کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت میری
عمر پانچ سال تھی۔ عبدالغنی بن سعید نے اسی طرح موسیٰ
بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ
انھوں نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔
اور حاکم ابو عبد اللہ نے علوم حدیث کی چودھویں نوع میں کہا
ہے کہ تابعین کے پندرہ طبقے ہیں ان میں آخری طبقہ اہل
بصرہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت انس سے
ملاقات کی تھی۔ اور اہل کوفہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں
نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے ملاقات کی تھی اور اہل
مدینہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے سائب بن یزید سے
ملاقات کی تھی (الی آخر كلام)

تابعیت کے باب میں ان ائمہ کی تصریحات میں صحابی کی
روایت اور اس کے نقاد پر اتفا کیا گیا صحبت کی شرط نہیں ہے۔
ان تمام تصریحات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ اھول حدیث اور عام محدثین تابعیت

ثبوت کیلئے صرف صحابی کی روایت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التبعہ لیس بدیعہ میں فرماتے

ہیں :-

ثم اعلم ان جمهور علماء أصول الحديث على ان الرجل بمجرد اللقي والرواية للصحابي يصير تابعيا ولا يشترط ان يصحب مدة ولا ان ينقل عنه رواية بخلاف الصحابي فان بعض الفقهاء شرطوا ان كونها صحابيا طول الصحبة او المرافقة في الغزوة او الموافقة في الرواية . له

پھر واضح رہے کہ جمہور علماء اصول الحدیث علی ان الرجل بمجرد اللقی والروایۃ للصحابی یمیدر تابعیا ولا یشترط ان یمصحب مدۃ ولا ان ینقل عنہ روایۃ بخلاف الصحابی فان بعض الفقہاء شرطوا ان کونہ صحابیاً طول الصحبۃ او المرافقۃ فی الغزوۃ او الموافقۃ فی الروایۃ .

ہمارے خیال میں تابعی کی تعریف کے متعلق اتنی بحث کافی ہے۔ آئیے اب اس امر کا جائزہ لیں کہ اصول حدیث کے اس متعینہ فیصلہ کی روشنی میں اور تابعی کی اس مسلمہ تعریف کے مطابق آیا امام ابو حنیفہ شرفِ تابعیت کے حامل ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

اس بحث کو طے کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں :-

اول یہ کہ امام اعظمؒ نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں ؟ دوم یہ کہ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا یا نہیں ؟ اور سوم یہ کہ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں ؟

۱۔ امام اعظمؒ نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں ، اس کو معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں ؟

امام صاحب کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیشتر حضرات نے جن میں علامہ خطیب بغدادی ، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں ، آپ کا سنہ پیدائش ۸۰ھ بتایا ہے۔

الولی حیدر آباد © rasailojaraid.com ۱۹۳
لیکن بعض حضرات نے السنہ اور سنہ بھی بیان کیا ہے۔ علامہ محمد زاہد الکوشری کی رائے
میں سنہ کی روایت کو ترجیح ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب "تانیب الخطیب" میں اس پر
بہت سے دلائل و شواہد دیئے ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام اس دنیا میں تشریف فرما تھے متعدد علماء نے
ایسے تمام صحابہ کو نام بنام گنایا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے۔

چنانچہ علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھی "اتحاف الاکابر" میں فرماتے ہیں :

فہم الصحابة الذين ادرکهم ابو حنیفۃ	چنانچہ ان صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے پایا ہے یہ ہیں :-
الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ، عبداللہ بن ابی اوفیٰ	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... ومنہم انس بن	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مالک الانصاری خدام النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کے خادم.....
ورضی عنہ..... ومنہم عمرو بن حریث	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... ومنہم عبداللہ	حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ
بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ	 حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
عنہ..... ومنہم عبداللہ بن انیس رضی	 حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ
اللہ تعالیٰ عنہ..... ومنہم واثلہ بن	 حضرت سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ
الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... ومنہم	رضی اللہ عنہ.....
سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	 حضرت محمود بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ
..... ومنہم السائب بن خلاد بن سید	 حضرت محمود بن لبید بن
..... ومنہم محمود بن الربیع بن سوا	 حضرت رافع رضی اللہ عنہ
..... ومنہم محمود بن لبید بن عقبہ	

اتحاف الاکابر کا قلمی نسخہ مولانا پیر ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ننڈوسا میں موجود ہے۔ ہم نے
یہ عبارت التعلیق القویم علی مقدمہ کتاب التعلیم صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۴ سے نقل کی ہے۔

..... حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	 بن سراح ومنہم عبد اللہ بن بسر
..... حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	 النانزی ومنہم ابو امامۃ الباہلی
..... حضرت والبصر بن معبد بن عبد الاسدی رضی اللہ عنہ	 ومنہم والبصر بن معبد بن عقبہ
..... حضرت ہر اس بن زیاد بن مالک باہلی ابو حدید رضی اللہ عنہ	 الاسدی ومنہم الهرماس بن
..... حضرت مقدم بن معیکرب الکندی	 نریاد بن مالک الباہلی ابو حدید
..... رضی اللہ عنہ	 ومنہم المقدام بن معدیکرب الکندی
..... حضرت عقبہ بن عبد السملی رضی اللہ عنہ	 ومنہم عقبہ بن عبد السملی
..... حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	 ومنہم یوسف بن عبد اللہ
..... حضرت ابو الطفیل عامر بن واہد اللیثی رضی اللہ عنہ	 بن سلام ومنہم ابو الطفیل عامر
..... حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ	 بن واہد اللیثی ومنہم السائب
..... حضرت عدا بوزن عطار بن خالد رضی	 بن یزید ومنہم العدا بوزن
..... اللہ عنہ	 العطار بن خالد ومنہم عکراش
..... حضرت عکراش بن ذویب	 بن ذویب بن حرقوص التیمی
..... بن حرقوص التیمی رضی اللہ عنہ	 قلت . فہو لا قد اوراک ابو حنیفۃ
..... میں (مخدوم) کہتا ہوں - یہ وہ حضرات صحابہ ہیں جن کا امام	 ترمنہم من الصحابۃ وہم احد وعشرون
..... ابو حنیفہ نے زمانہ پایا - اور یہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا اکیس حضرت	 کما عرفت . ولو تتبع لراہاد علیہم شی ان
..... ہیں - اور اگر مزید جستجو کی جاتی تو انشاء اللہ اس میں کچھ اور	 شاد اللہ تعالیٰ . (انتہی طعناً)
..... اضافہ ہو جاتا ہے -	

یہ ان صحابہ کے اسماء گرامی ہیں جن کا امام صاحب نے زمانہ پایا - اور اگرچہ ان میں سے بعض کے سنہ وفات میں اختلاف ہے لیکن بجز حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی ایسا صحابی اس فہرست میں مذکور نہیں ہے جس کی وفات سنہ ۳۷ سے قبل ہوئی ہو - البتہ ایک روایت میں صرف حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کا سنہ وفات ۳۷ ذکر کیا گیا ہے - ناظرین کی آسانی کے لیے مخدوم محمد ہاشم صاحب کی تفصیلات کو ہم ذیل کے جدول میں پیش کرتے ہیں -

نام صحابی	سنہ وفات	جہاں وفات پائی
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ھ	کوفہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۹۱ یا ۹۳ھ	بصرہ
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	۸۵ یا ۹۸ھ	کوفہ
حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزر رضی اللہ عنہ	۸۵ یا ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ھ	مصر
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	۸۳ یا ۸۵ھ	دمشق
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	۸۸ یا اس کے بعد	مدینہ
حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	۸۱ھ	
حضرت سائب بن خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ	۹۹ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت محمود بن الزبج بن سراقہ رضی اللہ عنہ	۹۶ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت عمرو بن لبید بن عقبہ رضی اللہ عنہ	۸۸ یا ۹۶ھ	شام یا حمص
حضرت عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	۸۱ یا ۸۶ھ	حمص
حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۹۰ھ	رقہ
حضرت والبصر بن المعبد بن عقبہ رضی اللہ عنہ	۸۵ کے بعد وفات پائی	یامہ
حضرت ہزاس بن زیاد رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ھ	شام
حضرت المقدام بن معدکرب رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ھ	
حضرت عقبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ھ	
حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ھ	
حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ یا ۸۹ھ	مکہ یا کوفہ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ یا ۸۹ھ	مدینہ
حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ یا ۸۹ھ	نہج (بجستان)
حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ	۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ یا ۸۹ھ	

ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔
کہ ولید کی خلافت ۸۵ھ میں شروع ہوئی ہے۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں وفات
پائی۔ ان کی خلافت ۹۹ھ میں شروع ہوئی ہے۔

۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ یا ۸۹ھ
یزید بن المہلب کے خروج کے وقت تک زندہ رہا
خیال رہے کہ یزید نے ۸۵ھ یا ۸۶ھ میں نہج کا
پہلی صدی کے اخیر تک زندہ رہے۔

حضرت امام صاحبؑ کے سنہ پیدائش اور ان صحابہ کے سینن وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحبؑ کی ان صحابہ سے ملاقات عین ممکن ہے تاہم ابھی یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا امام صاحبؑ کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ بحث کے دو پہلو ہیں ایک عقلی، دوسرا نقلی۔ عقلی طور پر تو یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ اتنے صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحبؑ ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور اس عظیم شرف سے محروم رہے ہوں جب کہ آپ کے خاندان والوں کا یہ دستور بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد "ثابت" بھی سفر علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجئے بچپن میں آپ کو کسی صحابی کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا لیکن بعض صحابہ تو آپ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہے ہیں اور حضرت ابوالطفیل عامر بن وائل کا انتقال تو سنہ ۱۱ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اس صورت میں تو یہ بات اور زیادہ عجیب نظر آتی ہے کہ امام اعظم بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی صحابہ سے شرف ملاقات کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ امام صاحبؑ چونکہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ حضرات دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی ہو لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ خود کوفہ ہی میں رہائش پذیر تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے حج کا موقع ایک ایسے اجتماع کا موقع ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور خاص طور پر اس دور میں توجہ کی طرف خصوصی توجہ کی جاتی تھی اور لوگ اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ منتفع ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حج کیے ہیں، خود امام صاحبؑ کے متعلق صاحب درختار نے لکھا ہے کہ آپ نے پچیس حج ادا فرمائے ہیں، حضرت امام اعظمؑ کی کل عمر حسب قول مشہور ۷۵ سال تھی،

اس لیے ظاہر ہے کہ بیس سال کی عمر تک آپ نے کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے۔ اور یہ بات تو سرالہ بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے ہوں بالخصوص جبکہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان فرماتے تھے۔ یہ بحث تو عقلی اور امکانی کی حیثیت سے تھی۔

اب نقل و روایت کی بنیاد پر امام اعظمؒ کی تابعیت کو دیکھیے۔ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین کو ہے۔ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا آپ نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن البرزہ کردری اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں فرماتے ہیں :

وَاتَّفَقَ الْمَحْدُثُونَ عَلَى أَنَّ أَرْبَعَةً مِنْ
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
كانوا على عهدہ فی الاحیاء ، وان تنازعوا
فی روايتہ عنہم . ۱۷

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں
چار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات موجود تھے۔
اگرچہ محدثین نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بارے میں
اختلاف کیا ہے۔

علامہ احمد بن المصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ اپنی کتاب ”منقح السعادة“ میں
فرماتے ہیں :

ومن جهات شرفہ اندلیس بین الائمة
تابعی غیرہ وقد ذکر ابن الصلاح ان الامام
مالکاً من تبع التابعین واما ابوحنیفہ فقد
اتفق المحدثون علی ان اربعة من الصحابة
كانوا علی عهد الامام فی الحیوة وان تنازعوا
فی الروایة عنہم . ۱۸

ان جملہ فضائل امام ابوحنیفہؒ ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعین میں
آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاح نے امام مالکؒ
کو بھی تبع تابعین ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ سو محدثین
اس پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات
موجود تھے۔ اگرچہ صحابہ سے امام صاحبؒ کی روایت کے بارے میں
اختلاف ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری موطا امام محمد کی شرح میں رقمطراز ہیں :

ان اباحنیفہ تابعی بلا خلاف کمابینتہ ! امام ابوحنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں۔ جیسا کہ میں نے فی سند الانام فی شرح مسند الامام۔ انتہی ! "سند الانام فی شرح مسند الامام" میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت پر علماء حدیث متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے اقوال اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں :-

حافظ محمد بن سعد "طبقات" میں فرماتے ہیں :

حدثنا الموفق سيف بن جابر قاضي اسطہ ہم سے موفی سیف بن جابر قاضی واسطہ نے بیان کر میں نے قال سمعت اباحنیفہ یقول قدم انس ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت انس بن مالک کوذ بن مالک الکوفیہ د نزل الفنع وکان میں آئے اور بزوال الفنع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے یخضب بالحمرة۔ وقد رأیتہ مراراً ! تھے اور میں نے انھیں متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

حافظ دارقطنی شافعی فرماتے ہیں :

لم یلق اباحنیفہ احدا من الصحابة الا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حافظ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں فرماتے ہیں :

رأى ابوحنیفہ انس بن مالک . امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں :

ابوحنیفہ النعمان بن ثابت بن النعمان بن امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان نے حضرت المرزبان راى انس بن مالک . انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

۱۔ عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول از مولانا محمد شاہ صدیقی صفحہ ۱۹ طبع دہلی۔ ۲۔ آحاد الاکابر بروایات الشیخ عبدالقادر از علامہ مخدوم محمد ہاشم السندی ۳۔ تبیض الصحیفہ بروایت حمزہ السہمی صفحہ ۱۳۱ طبع دہلی برعاشہ کشف الاستار